قتل و خوں ریزی کی لہر کیوں؟

خرّم مراد

آخری وصیّت

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اور آخری حج تھا۔ آپؐ کے دنیا کو وداع کہنے میں صرف تین ماہ رہ گئے تھے ۔ حج وداع کے اس موقع پر ' عرفات اور منیٰ میں ' پے درپے کئی خطبات میں' آپؐ نے اپنی امت کو وہ اہم تعلیمات دیں جن پر اس کی زندگی کا انحصار ہے۔ یہ آپؐ کا آخری وصیّت نامہ ہے۔ اس موقع پر ' بخاری اور مسلم کی روایت کے مطابق ' ایک انتہائی مؤثر سوال جواب کے بعد' آپؐ نے فرمایا:

> تمہارے خون ' تمہارے مال ' اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لیے اسی طرح حرام ہیں ' جس طرح آج کے دن کی ' اس مہینہ میں اور اس شہر میں ' حرمت ہے ۔ جلد ہی تم اپنے رب سے ملو گے ' اور وہ تمہارے اعمال کے بارہ میں باز پرس کرے گا۔
>
> تو دیکھو' میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔
>
> سنو' کیا میں نے اللہ کے احکام پہنچا دیے؟
>
> لوگوں نے کہا' ہاں۔
>
> فرمایا' اے اللہ تو گواہ ہے۔

ابھی ابھی لاکھوں لوگوں نے حضورؐ کے حکم کی تعمیل میں حج ادا کیا ہے۔ عام معمول تو ہے ہی' لیکن حج کے مہینوں میں بھی دنیا بھر کے مسلمان اپنے محبوب رسولؐ کی اس آخری وصیت کی جس طرح کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے رہے ہیں ' اس کی داستان جگر خراش بھی ہے اور سامانِ عبرت بھی۔

قتل و خون ریزی کی لہر

۲۱ اپریل کو گوجرانوالہ کے ایک محلہ کے مسلمانوں نے اپنے پڑوسی ' حافظِ قرآن اور خادمِ خلق نوجوان ' سجاد فاروق کو ـــــ اس افواہ پر مشتعل ہو کر کہ اس نے قرآن پاک کے چند اوراق جلا دیے ہیں ـــــ انتہائی شقاوت کے ساتھ ' سڑک پر گھسیٹتے ہوئے ' پتھر مار مار کے شہید کر دیا۔ اس سے قبل ۵ اپریل کو ' ایک عیسائی منظور مسیح کو ' جس پر شتمِ رسول کے الزام میں مقدمہ چل رہا تھا' ہائی کورٹ کے احاطہ میں ہلاک کر دیا گیا۔ اپریل کو لاہور میں شاہدرہ کی مسجد میں ایک بم پھینکا گیا' جس سے کئی مسلمان شہید اور زخمی ہو گئے ۔ مسجدوں میں فائرنگ اور بم کے ذریعہ قتل و غارت کا یہ سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔ ۴ مئی کو سرگودھا میں ایک شیعہ عالم ' مقبول حسین کو گولی مار دی گئی' اور اس سے پہلے ۲۹ اپریل کو لاہور میں ایک سنّی عالم کا بھی یہی حشر کیا جا چکا تھا۔ فرقوں کے درمیان ایک دوسرے کے ممتاز علما کو قتل کرنے کا یہ بہیمانہ سلسلہ بھی ایک طویل عرصہ سے چل رہا ہے۔

ادھر ۳ مئی کو سکھر میں' اخباری رپورٹوں کے مطابق ' پولیس سے مقابلہ کا بہانہ بنا کر حکومت کے مسلح قانون نافذ کرنے والوں نے پانچ نوجوانوں کو دھوکہ سے حراست میں لیا' اور بعد میں ظالمانہ انداز میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عدالتی کارروائی کے بجائے "پولیس مقابلوں" میں لوگوں کو ہلاک کرنے کا یہ طریقہ رائج ہوئے بھی بہت دن ہو گئے ہیں۔ لیکن سندھ میں امن و امان کے قیام کے لیے فوجی آپریشن اور مسلسل لسانی فسادات کی موجودگی میں یہ واقعہ خطرناک نتائج کا حامل ہے۔ چند دنوں سے کراچی میں روز ہی سڑکوں پر لوگ ہلاک ہو رہے ہیں' اور ایک مدت سے لسانی و نسلی خوں ریزیوں میں پورے سندھ میں لاشیں گر رہی ہیں' اور بے گناہ تعذیب و قتل کا شکار ہو رہے ہیں۔ ملک کے دائرہ سے باہر جائیے تو یمن میں ایک ہولناک جنگ برپا ہے ' جس میں مسلمان ' مسلمان کو مار رہا ہے۔ یہی منظر افغانستان میں دیکھا جا رہا ہے ۔

یہ غیر معمولی اور بڑے واقعات ایک طرف رکھیے' کسی دن کا اخبار اٹھا لیجیے۔ قتل و خون اور تشدد کے لرزہ خیز اور اندوہ ناک واقعات سے بھرا ہوتا ہے ۔ گھروں میں ' سڑکوں پر' محلوں میں ' معمولی معمولی تنازعات اور اشتعال پر بے قابو ہو کر لوگ اپنے والدین' بچوں ' بیویوں اور بھائی بہنوں تک کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ لاہور کے ایک ممتاز وکیل جو صرف قتل کے مقدموں کی پیروی کرتے ہیں' کہتے ہیں " میرے موکلوں میں ۹ تعلیم یافتہ ڈاکٹر ہیں۔ اچھے بھلے

لوگ فوراً قتل پر اتر آتے ہیں' اور پھر عمر بھر سر پر ہاتھ رکھ کر روتے ہیں"۔

کیا مذہبی جنون ذمّہ دار ہے؟

مذہب کے نام پر قتل کے واقعات ہوئے تو ذمّہ دار فطری طور پر مذہبی جنون کو ٹھہرایا گیا۔ اس جنون کے خلاف بہت کچھ کہا اور لکھا گیا۔ مولوی ' فرقہ وارانہ منافرت ' اور مذہبی جنون کی آڑ میں اسلام کو بھی خوب نشانہ بنایا گیا ' اور سیکولرزم کا پرچار بھی کیا گیا۔ ہمیں بھی اندیشہ ہے کہ مذہب کے نام پر خون ریزی کا سلسلہ یونہی جاری رہا ' تو یورپ کی طرح کہیں یہاں بھی ملا اور مسجد کے ساتھ اسلام کی بساط بھی لپیٹ کر سب کو کونہ بدر نہ کر دیا جائے ' اور اباحت اور فکری انتشار پھیلانے کے ساتھ ساتھ سیکولرزم کے غلبہ کے لیے عملی اقدامات نہ کیے جانے لگیں۔

ایمان و اسلام کے نام پر ' جو سرتاسر امن و سلام کا پیغام ہیں ' خون ریزی یقیناً سب سے زیادہ گھناؤنا فعل ہے۔ لیکن واقعات یہ بتاتے ہیں کہ "گردنیں کاٹنے" کا کام تو امت میں ہر جگہ اور ہر سطح پر اتنے بڑے پیانہ پر ہو رہا ہے کہ مذہبی جنون مشکل سے اسباب کی فہرست میں جگہ پائے گا۔ کہیں نسلی و لسانی تعصب کا جنون ہے تو کہیں نظریاتی دشمنی کا ' کہیں اقتدار کی ہوس ہے تو کہیں ہر قیمت پر حفظِ اقتدار کی۔ کہیں مال کا لالچ ہے ' کہیں اپنی عزت اور آن کا سوال ہے ' کہیں انتقام کا جوش ہے ' کہیں بے جا حمیت و غیرت کا ' کہیں خاندانی جھگڑے ہیں ' کہیں سیاسی۔ (بلکہ رنگ ' نسل ' نظریہ اور ہوسِ اقتدار کی قربان گاہ پر اس "بے مذہب" صدی میں جتنی جانوں کی بھینٹ چڑھائی گئی ہے اور انسانوں نے جتنا دکھ اٹھایا ہے ' اس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی)۔

انسانی جان کی حرمت کے بارہ میں ایمان اور اسلام کے تقاضے ' حضورؐ کی آخری وصیت ہی میں نہیں ' ہر جگہ واضح کیے گئے ہیں ۔ اور جس اسلوب میں اور جس شدت سے تاکید کی گئی ہے ' وہ ہر قسم کے جنون پر قابو پانے کے لیے کافی ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس نے ایک انسان کو بے گناہ قتل کر دیا ' اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا (۵ : ۳۲)۔ اور ایک مسلمان کے مارنے کے بارہ میں وعید دی ہے کہ "جو ایک مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے ' اس کی سزا جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ پڑا رہے گا" (۴ : ۹۳)۔

رسول اللہؐ نے فرمایا ہے : "اللہ کے نزدیک ساری دنیا کا زوال ناحق خون بہانے سے ہلکی اور کم تر بات ہے" (بیہقی)۔ حضرت مقداد بن اسودؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے پوچھا ' یا رسول اللہؐ اگر میں کسی کافر سے لڑ رہا ہوں اور وہ میرا ایک ہاتھ کاٹ کر بھاگ کھڑا ہو ' اور پھر جب میں اس کو

مارنے والا ہوں تو وہ کہے' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ' تو اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد کیا میں اسے قتل کر سکتا ہوں۔ فرمایا' اس کو قتل مت کرو۔ انھوں نے کہا' یا رسول اللہؐ' اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے! رسول اللہؐ نے پھر فرمایا' اس کو قتل مت کرو۔ اگر تم نے اسے قتل کر دیا' تو وہ اس مقام پر آجائے گا جو اس کو قتل کرنے سے پہلے تمھارا تھا (یعنی مومن)' اور تم اس مقام پر آجاؤ گے جو اس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے اس کا تھا (یعنی کافر)۔ (بخاری' مسلم)

ذمی کا لفظ مغرب کے زیرِ اثر' مذمت کا پہلو اختیار کر گیا ہے۔ لیکن ذمّی کے معنی اس شخص کے ہیں جس سے عہد و پیمان کیا گیا ہو۔ "ذمّہ" وہ ذمہ داری ہے جو اسلامی حکومت اپنی غیر مسلم رعایا کی جان' مال' عزت و حرمت اور شہری حقوق کے سلسلہ میں اپنے اوپر لیتی ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان کے تمام غیر مسلم اس معاہدہ کے تحت وہ تمام شہری حقوق رکھتے ہیں جو ۱۹۴۷ کے معاہدہ تقسیمِ ہند کے تحت انھیں حاصل ہیں۔ اس معاہدہ سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ ان کے یہ حقوق کسی سیاسی مصلحت اور کسی اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے تابع نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جو مسلمان کسی (غیر مسلم) معاہد پر ظلم کرے گا' یا اس کے حقوق میں کوئی کمی کرے گا' یا اس پر اس کی استطاعت سے زیادہ بار ڈالے گا' یا اس کی کوئی چیز جبراً لے لے گا' تو میں خدا کی عدالت میں اس مسلمان کے خلاف خود غیر مسلم کا وکیل بن کر کھڑا ہوں گا" (ابو داؤد)۔

ان حقوق میں سب سے بڑا حق جان و مال کی حرمت کا ہے۔ اس بارہ میں بھی رسول اللہؐ نے بڑے سخت الفاظ میں تاکید فرمائی: "جس مسلمان نے کسی غیر مسلم معاہد کو قتل کیا' وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا' حالانکہ یہ خوشبو چالیس سال کے فاصلہ سے سونگھی جا سکتی ہے" (بخاری)۔

ان حقوق میں مذہبی آزادی ہے۔ حضورؐ نے نجران کے عیسائیوں کو اس کی ضمانت دی' اور یہی ضمانت ان سیکڑوں معاہدوں میں دی گئی جو آپؐ کے بعد کیے گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حیرہ فتح کیا' تو لکھ کر دیا: عیسائیوں کے گرجا اور کلیسا منہدم نہیں کیے جائیں گے' نہ انھیں ناقوس بجانے سے روکا جائے گا' نہ ان کے تہواروں پر انھیں صلیب نکالنے سے منع کیا جائے گا (کتاب الخراج)۔

شاتمِ رسولؐ کی سزا موت ہے' اس میں کسی اختلاف یا رواداری کی گنجائش نہیں۔ یہ بھی قابلِ فہم ہے کہ جب شتمِ رسولؐ کے ہر کیس پر بین الاقوامی دباؤ پڑنا شروع ہو جائے' سفارت

خانے سرگرم ہو جائیں' بنیادی حقوق کی دہائی دی جانے لگے' حکومت خود لیت و لعل سے کام لے' برسوں مقدموں کا فیصلہ نہ ہونے دے' بلکہ سرے سے قانونِ توہینِ رسالت ہی کو ختم کرنے کی علانیہ بات کرے' تو مسلمان مشتعل ہو کر قانون اپنے ہاتھ میں لینے پر اتر آئے' لیکن یہ کسی طرح جائز نہیں۔

یہ بنیادی قانون ہے کہ جس حد یا تعزیر کے نفاذ کا انحصار عدالت کے فیصلہ پر ہو' وہ حد یا تعزیر جاری کرنے کا حق کسی فرد کو حاصل نہیں۔ قصاص' مقتول کے وارث کا حق ہوتا ہے نہ کہ ریاست کا' لیکن عدالت کے فیصلہ کے بغیر وہ بھی اپنا حق نہیں لے سکتا۔ اس لحاظ سے جرم ثابت ہوئے بغیر ایک معاہد کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

منظور مسیح کے قتل کو عیسائیوں نے اس رنگ میں پیش کیا جیسے اس قسم کے واقعات عیسائی دشمنی کا نتیجہ ہیں' جو پاکستان میں عام ہے۔ لیکن مشتعل ہو کر قانون اپنے ہاتھ میں لے کر خون ریزی پر اتر آنا' ہمارے معاشرہ میں ایک ایسی خطرناک روش بن چکی ہے' کہ اس میں عیسائی اور مسلمان کی کوئی تفریق نہیں۔ یہی معاملہ حافظ فاروق سجاد کے ساتھ پیش آیا۔

اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ اس معاملہ میں کسی پڑوسی کی دشمنی کا دخل نہ تھا' نہ کسی فرقہ وارانہ عناد کا (اس لیے کہ ایسی کوئی بات اب تک ثابت نہیں ہوئی ہے)' بلکہ صرف غلط فہمی' اشتعال انگیز اعلانات' اور مشتعل ہجوم کی نفسیات اور اس دباؤ کے تحت ان کی متوقع روش کا نتیجہ تھا' جب بھی یہ اس جاہلیت کا شاخسانہ ہے جو جذبات سے مغلوب اور عقل سے عاری ہو کر قانون اپنے ہاتھ میں لینے سے گریز نہیں کرتی۔ جب تک یہ جاہلیت رہے گی' اس وقت تک صرف گھروں' برادریوں اور بستیوں میں ناجائز غیرت و حمیت' جذبۂ انتقام اور عزت سے مغلوب ہو کر ہی نہیں' بلکہ مذہبی معاملات میں بھی اس قسم کے واقعات رونما ہوتے رہیں گے۔

سندھ کے حالات

سندھ میں جو کچھ ہو رہا ہے' اس میں سے کچھ بھی غیر متوقع نہیں۔ تقریباً دو سال قبل' ہم نے جولائی ۹۲ میں ہی نشان دہی کی تھی کہ فوجی آپریشن کے "نتائج سنگین ہی ہوں گے۔ مرض لا علاج بن سکتا ہے' مریض ہمیشہ کے لیے درد و کرب کا شکار ہو سکتا ہے۔ وہ ہلاکت کے منہ میں بھی جا سکتا ہے"۔ یہ بھی ہم نے کہا تھا کہ "آپریشن کا آغاز کرنا ایک ایسی دلدل میں اترنے کے مترادف ہو گا' جس سے نکلنا مشکل ہو جائے' اور مزید دھنستے چلے جانا زیادہ قرینِ قیاس"۔ چنانچہ جو

آپریشن چھ ماہ کے لیے تھا' اس کے خاتمہ کے کوئی آثار نہیں۔ اب جو واقعات رونما ہوئے ہیں ' تو یہ سب خطرات آنکھوں کے سامنے آن کھڑے ہوئے ہیں جن کی ہم نے نشان دہی کی تھی: "اس کے نتیجہ میں سندھی اور مہاجر دونوں بہت دور چلے جائیں گے ' پاکستان کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے' فوج کا وقار ' عزت اور اس کے لیے محبت مجروح ہو سکتی ہے"۔

اصل وجہ

قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لیے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ قانون بالائے طاق رکھ کر شہریوں کو ہلاک کرتے پھریں' وہ بے گناہ ہوں یا ملزم یا سزا یافتہ' لوگوں کو امان دے کر' حراست میں لے کر ہلاک کرنا تو اخلاقی و قانونی طور پر ایک درندگی ہے۔ اس طرح نفرت کے وہ درخت اگ آئیں گے کہ ان کی شاخوں کو بھی کاٹنا ناممکن ہو جائے گا۔

مذہب کے نام پر خون ریزی کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں 'نہ ان واقعات میں "مذہبی جنون" سب سے بڑا جرم ہے۔ قتل و خون ریزی کی اس لہر کی جڑ کہیں اور ہے۔ اور اس جڑ کی نشان دہی بھی اسی ذاتِ گرامیؐ نے کر دی ہے جس نے یہ "آخری وصیّت" کی تھی کہ دیکھو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ فرمایا:

> ظلم سے بچو بے شک قیامت کے دن گھرے اندھیرے 'ظلم ہی کے ہوں گے۔
>
> اور شح سے بچو' بے شک شح ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا: شح نے ان کو ابھارا کہ وہ خون بہانے لگیں اور حرام اشیا (خون'مال'اور عزت) کو حلال کرلیں (مسلم)۔

شح کیا ہے ۔ اس کے معنی بخل کے ہیں۔ بخل 'دل کی تنگی اور خود غرضی کا نتیجہ ہے۔ اگر گہرائی میں جائیں تو اس کی جڑ "لینے" کی حرص اور "دینے" سے انکار کی سوچ اور روش میں ہے۔ یعنی سب سے 'سب کچھ ---- مال بھی' جاہ بھی ---- صرف "لینے" کی' حاصل کرنے کی 'اور جمع کرنے کی طمع 'اور دوسروں کو کچھ بھی دینے سے انکار و اعراض 'مال دینے سے 'وقت دینے سے 'حق دینے سے' معافی دینے سے۔ دینا ہی پڑ جائے تو جس طرح اور جتنی کمی کر سکیں کر دیں' اسی فکر میں رہتے ہیں' جب کہ لیتے وقت ایک چھدام بھی کم لینے کو تیار نہ ہوں۔ انھی کو **مُطَفِّفِیْن** کہا گیا ہے۔ پھر دلوں پر زنگ چڑھتا جاتا ہے وہ تنگ اور سخت ہوتے جاتے ہیں۔ بخل ایسا چھا جاتا ہے کہ نہ ایک دمڑی نکلتی ہے 'نہ معافی اور نرمی کا ایک کلمہ۔

ہر جگہ ہمیں یہی مرض نظر آئے گا۔ لوگ ایک دوسرے کو جگہ دینے کو تیار نہیں' ایک

دوسرے کو برداشت کرنے کو تیار نہیں‘ ایک دوسرے کا حق دینے کو تیار نہیں‘ایک دوسرے کو اپنی توقعات کے باب میں چھوٹ دینے کو تیار نہیں‘ایک دوسرے کے خلاف غصہ پینے کو تیار نہیں‘ ایک دوسرے کی مخالف رائے برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں‘ اپنے سے مختلف نسل اور رنگ برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں‘ ایک دوسرے کو معافی دینے کو تیار نہیں۔ گھر ہو‘ کاروبار ہو‘ دفتر ہو‘ تھانہ ہو‘پارلیمنٹ ہاؤس ہو‘ ایوانِ اقتدار ہو۔ جہاں عزت کی پامالی ہے‘خون ریزی ہے‘وہاں تہہ میں تنگ دلی اور بخل ہے‘ لینے کی طمع اور دینے سے انکار ہے‘زیادہ سے زیادہ مال و جاہ کی طلب ہے اور ہر قیمت پر طلب ہے۔

صرف ”لینا“ اور دونوں ہاتھوں سے ”دینا“ : یہ دو متضاد سوچیں‘ طرز عمل ‘ اور طرز زندگی ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے سہولت ‘آسانی اور جنت کا راستہ اعطا (دینے) کا راستہ ہے‘اور تنگی‘ مشکل اور جہنم کا راستہ بخل اور گن گن کر لینے اور جمع کر رکھنے (جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ) کا راستہ ہے۔

جو اس جنت کے طالب ہوں جس کی وسعت میں زمین و آسمان سما جائیں‘ تو یہ ان کی ہے جن کے دل بھی اتنے وسیع ہوں کہ آسمان و زمین ان میں سما جائیں‘ جو غصہ کے طوفانوں کو پی جائیں‘ جو لوگوں کو معاف کر دیں‘ جو دونوں ہاتھوں سے ‘تنگی ہو یا فراخی‘دیں اور دیں ‘خرچ کریں اور خرچ کریں۔

یہ فراخی انھی کے حصہ میں آسکتی ہے جو دنیا کی زندگی کو اور دنیا کو ‘صرف دنیا کو کمانے کے پیچھے ہی فنا نہ کر دیں‘ بلکہ فراخ جنت کے لیے بھاگ دوڑ کا ذریعہ بنائیں‘اسی کے لیے مسابقت میں خرچ کریں۔ جب لوگ اس بات کو یاد رکھیں گے کہ وہ جلد اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں‘ اور وہاں صرف اعمال کا مال کام آئے گا اور اعمال سے جاہ و سرفرازی نصیب ہو گی‘ تو وہ انسانوں کی جان‘ مال اور عزت پامال کرنے سے بچنے لگیں گے۔ پھر انھیں یقین ہو گا کہ اگر وہ خود پورا پورا وصول کرنے اور دوسروں کو کم سے کم دینے کی روش پر گامزن رہے‘ تو ان کے دلوں پر زنگ کی تہیں چڑھتی جائیں گی‘ ان کے اور ان کے رب کے درمیان دیواریں کھڑی ہوتی جائیں گی‘ اور جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے‘ تو ان کا کوئی مصرف اس کے سوا نہ رہ جائے گا کہ وہ آگ کا ایندھن بنیں۔ جس طرح انھوں نے دنیا میں لوگوں کی زندگی کو جہنم بنایا تھا۔

ہمارے دانش ور‘ فکری و سیاسی لال بجھکڑ اور کالم نویس کتنے ہی تجزیے کر لیں‘ اور کتنے ہی حل نکال لیں‘اس کے علاوہ کسی حل سے یہ لعنت قابو میں نہ آئے گی۔ کیا ہم دیکھ نہیں رہے کہ

جہاں دولت کی ریل پیل ہے' کارخانوں کی بہتات ہے' سائنس و ٹیکنالوجی میں محیرالعقول پیش رفت ہے' چمکتی و دمکتی موٹروے ہیں' وہاں بھی یہ لعنت ان کے گلے کا پھندا بن چکی ہے' بلکہ اس پہلو سے بھی وہ ہم سے زیادہ "ترقی یافتہ ہیں"۔ وہاں تو' صادق و مصدوقؐ کی پیشنگوئی کے مطابق' وہ وقت آگیا ہے جب نہ قاتل کو یہ معلوم ہو کہ اس نے مقتول کو کیوں مارا نہ مقتول کو یہ پتا ہو کہ اسے کیوں مارا گیا (مسلم)۔

صحیح مسلم میں حضرت سعدؓ کی روایت کے مطابق' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل دعا کے بعد فرمایا' میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحطِ عام میں ہلاک نہ کرے اور پانی میں غرق کر کے ہلاک نہ کرے۔ یہ دونوں دعائیں اس نے قبول کر لیں۔ تیسرا سوال میں نے یہ کیا کہ میری امت میں باہمی لڑائی اور فساد نہ ہو۔ اس دعا سے اس نے مجھے منع فرما دیا۔

عداوت و بغض اور قتل و خوں ریزی بھی اللہ کے عذاب کی ایک صورت ہے' جس کی خبر یوں دی گئی:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ (الانعام ۶: ۶۵)

کہو' وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کر دے' یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کر دے' یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھوا دے۔

اس بغض و عداوت اور باہمی قتل و خون ریزی کے عذاب کی وجہ بھی اس کے علاوہ کچھ نہیں جو اس نے یہود و نصاریٰ کے باب میں ذکر فرما دی ہے۔ یعنی اللہ سے اپنے عہد و میثاق کی خلاف ورزی' نعمتِ ہدایت کے احسان کی فراموشی' اپنے مقصدِ وجود سے دست کشی۔ اس روش سے توبہ کر کے قوم اللہ کی طرف رجوع کرے گی' تو قتل و خون ریزی سے نجات پائے گی۔

جو مسلمان کچھ بھی عقل اور سمجھ رکھتا ہے اسے خود بھی کھڑا ہو جانا چاہیے' اور قوم کو بھی متحرک کرنا چاہیے' تاکہ دل بیدار ہوں' اور ہم سب اپنے مقصدِ وجود کو پورا کرنے اور اللہ سے اپنا عہد و میثاق پورا کرنے میں لگ جائیں۔